شاہ بلیغ الدین

پیکرِ ایمانی

سیدنا زید بن خطاب رضی اللہ عنہ

دونوں بھائی ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے۔ جو ایک کو پسند وہی دوسرے کو پسند جو ایک ناپسند وہی دوسرے کو ناپسند لیکن عجیب بات ہے کہ ایک معاملے میں دونوں کے خیالات میں اختلاف ہوگیا۔ یہ اسلام اور ایمان کا معاملہ تھا۔ بڑے بھائی نے کہا ـــــ تم مانو نہ مانو میں تو حلقہ بگوشِ اسلام ہو رہا ہوں یہ کہہ کر وہ خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہوئے اور بیعت کی۔

زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ دونوں بھائی الگ الگ راستوں پر چل کھڑے ہوئے۔ یہ جن دو بھائیوں کا واقعہ ہے۔ ان میں بڑے بھائی حضرت زید بن الخطابؓ تھے اور چھوٹے حضرت عمرؓ بن خطاب جو تھوڑے ہی دنوں میں خود بھی ایمان لے آئے۔ ایمان لے آئے تو اس منزلت پر پہنچے کہ فاروقِ اعظم کہلائے! خلیفۂ ثانی بنے! فاتح شام و ایران و مصر و روم کہلائے!!!

دونوں بھائیوں میں بے انتہا محبت تھی۔ حضرت زید بن خطابؓ بڑے جیالے تھے۔ اللہ کی راہ میں جب بھی نکلتے تن من کی بازی لگا دیتے۔ بدر میں شریک رہے۔ اُحد میں اپنے جوہر دکھائے تھے۔ عہدِ نبویؐ کے تمام معرکوں میں شریک رہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہوا۔

لڑائی میں کوئی کٹھن مرحلہ آتا تو حضرت زیدؓ کی بہادری کے جوہر کھلتے۔ حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں سب سے بڑا فتنہ اسلام لا کر پھر جانے والوں کا تھا۔ اُن مرتدوں میں یمامہ والے سب سے آگے تھے اُن میں ایک جھوٹا نبی بھی پیدا ہوگیا تھا۔ اُس کا نام مُسیلمہ تھا۔ ۱۱ھ ہجری کے دن تھے جب وہ نبوّت کا دعویٰ لے کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ منافقین نے اُسے اُبھارا اور اکسایا۔ کہتے پھرتے وہ لاکھ جھوٹا سہی۔ ہمارا آدمی ہے۔ ہم کیوں نہ اُسے نبی مان لیں۔ اِس فتنے کو ہوا دینے والا ایک شخص تھا نہار الرجال! بنو حنیفہ سے اُس کا تعلق تھا۔ ایک عرصے تک مدینے میں رہا۔ ایمان لا کر اصحابِ صفہ میں شریک ہوگیا تھا۔ مگر تھا ایک ہی کائیاں۔ دیکھا مُسیلمہ زر و جواہر میں کھیل رہا ہے تو خود بھی اُس کا شریکِ کار بن گیا۔ دھوکے کا یہ کاروبار

کچھ دن خوب پھیلا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے دیکھا فتنہ بہت بڑھ رہا ہے تو پہلے حضرت عکرمہ رضؓ کو پھر حضرت خالد بن ولید رضؓ کو اسے رفع کرنے بھیجا۔

مسیلمہ کے پاس چالیس ہزار کا لشکر تھا اور یہ بڑی تربیت یافتہ فوج تھی۔ جب میدانِ جنگ میں حریف آمنے سامنے آجے تو صاف معلوم ہوتا تھا کہ مسلمانوں کا ان سے کوئی تقابل نہیں لیکن اہلِ ایمان پھر اہلِ ایمان تھے۔ افرادی برتری اور سازو یراق کی بہتات ان کی نظر میں اہمیت نہ رکھتی تھی۔

لڑائی چھڑی تو حال یہ تھا کہ امیر لشکر حضرت خالد رضؓ آگے آگے تھے۔ بائیں بازو ابوحذیفہ رضؓ کمان کر رہے تھے اور دائیں بازو حضرت زید بن خطاب رضؓ! معرکۂ بدر کے بہت سے جگر دار بھی ساتھ آئے تھے۔ جنگ کی بھٹی سلگ اٹھی تو حالات مسلمانوں کے لیے کچھ ٹھیک نہ تھے۔ دشمن کا دباؤ بڑھا ہوا تھا۔ مرحلہ تو ایسا آیا کہ حملہ کرتے کرتے یہ لوگ مسلمانوں کے خیموں تک پہنچ گئے۔ حضرت زید رضؓ نے دیکھا حالات قابو سے باہر ہو رہے ہیں تو ایک ہی بات سمجھ میں آئی کہ اس موقع پر جان کی بازی لگا دینی چاہیئے۔ یہ سوچ کر انہوں نے میدانِ جنگ پر ایک نظر ڈالی۔ دیکھا رجال بڑھا چلا آرہا ہے تو اسے للکارا۔ اے دشمنِ خدا! او مرتد! اب بھی سیدھے راستے پر آجا اور توبہ کر کے پھر ایمان لے آ۔ رجال بولا ــــ اب یہی میرے سنگھی ساتھی ہیں! حضرت زید رضؓ نے کہا ــــ اب بھی کچھ نہیں گیا اپنے گناہوں سے توبہ کر لے! رجال نے جواب دیا ــــ اب تو انہی کے ساتھ میرا مرنا جینا ہے۔ تھوڑی دیر میں ہم تمہارے مجاہدوں کے منہ پھیر دیں گے۔ کہنے کو اس نے یہ بات کہہ دی مگر حضرت زید رضؓ کے تیور بھی دیکھ لیے۔ سوچا دو دو ہاتھ ہونے سے پہلے ان کا حوصلہ گرا دینا چاہیئے۔ ہندی ساخت کی تلوار ہاتھ میں تھی۔ اس کا زعم فولادی پھل چمکا کہ زید بجھ لیں۔ وہ آب وہ جلا تھی کہ آئینہ سا چمکتا تھا۔ زید رضؓ خطاب کے بیٹے۔ فاروقِ اعظم رضؓ کے بھائی تھے۔ وہ کہاں اس بات کو خاطر میں لاتے شیر کی طرح دھاڑے کہ ــــ اپنی تلوار کی آب کیا دکھاتا ہے۔ میری جرأتِ ایمانی کی آب و تاب دیکھ! یہ کہہ کے دندناتے آگے بڑھے۔ یا محمدؐ!! کا نعرہ زبان پر تھا۔ یہی یمامہ کی جنگ میں مسلمانوں کا نعرۂ جنگ تھا۔ دونوں کی تلواریں ایک ساتھ اٹھیں۔ دونوں ایک ساتھ تڑپیں لیکن خاک و خون میں تڑپنا رجال کا مقدر ہو چکا تھا۔ زید رضؓ حریف کو پیٹ کر فاتحانہ آگے بڑھ گئے۔ استیعاب میں ہے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار پیشگوئی فرمائی تھی کہ نہار حضرت زید رضؓ کے ہاتھوں سے مارا جائے گا۔ حالانکہ وہ اس وقت مسلمان تھا اور مدینے میں رہتا تھا۔

بنو حنیفہ نے دیکھا ان کا وزیر، امیر اور مشیر مارا گیا تو بے قابو ہو گئے۔ طوفان کی طرح دندناتے مسلمانوں پر آ گرے۔ آندھی کے تیز و تند جھکڑ چل رہے تھے۔ میدانِ جنگ گرد و غبار سے اَٹ گیا تھا۔ مسلمان سردار

نے آپس میں مشورہ کرنا چاہا کہ اس موقع پر کیا کیا جائے۔ زیدؓ چلائے —— اس وقت کوئی مشورہ نہیں ہوگا اب ہر گفتگو بیکار ہے۔ یہ سوچنے کا وقت نہیں۔ یہ وقت ہے کہ دشمن پر پل پڑو اور بڑھتے چلے جاؤ۔ میں یا تو دشمن کو مار بھگاؤں گا یا پھر بارگاہِ رب العزت میں پہنچ کر اس جنگ کا حال سناؤں گا۔ یہ کہہ کر حضرۃ زید بن خطابؓ میدانِ جنگ میں یوں چلے جیسے کڑی کمان سے نکلا ہوا تیر۔ بے خطا نشانہ۔ بے مثال جرأت دل بڑھا ہوا، ہاتھ پاؤں مضبوط، "یا محمدؐ" کا نعرہ زبان پر، معلوم ہوتا تھا آدمی نہیں کوئی خدائی طاقت ہے جو دشمنوں پر ٹوٹ پڑی ہے۔ حریفوں میں جس نے بھی آپ کو دیکھا سہم گیا۔ راستے میں جو آڑے آیا موت کے گھاٹ اتر گیا۔ رجز پڑھتے، نعرہ جنگ بلند کرتے آپ بڑھتے رہے۔ بڑھتے رہے، ساتھ ساتھ اسلامی لشکر بھی آگے بڑھتا رہا۔ ابوحذیفہؓ، ابودجانہؓ، ثابت بن قیسؓ، براء بن مالکؓ، خالد بن ولیدؓ اور بہت سے اللہ کے سپاہی اپنی اپنی جگہ دادِ شجاعت دیتے رہے۔ کفن بردوش یہ مجاہد ایسے برق دبلا تھے کہ دشمن اپنی کثرت اور ساز و سلاح کے باوجود میدان چھوڑ بھاگا۔

جنگ ختم ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ میدانِ کارزار سے مدینہ واپس ہوتے۔ غازی بن کر آئے تھے۔ لیکن غمگین تھے۔ باپ سے عرض کیا —— چچا شہید ہوئے۔ جانتے تھے باپ کو چچا سے کس قدر شدید محبت تھی اس لیے اور بھی افسردہ تھے۔

لختِ جگر میدانِ جنگ سے لوٹا تھا۔ باپ نے بیٹے کو گلے نہیں لگایا۔ کچھ پوچھا تو صرف اتنا کہ —— زیدؓ شہید ہوئے اور تم لوٹ آئے؟

حضرت عبداللہؓ بولے —— شہادت کی تمنا میں لڑتا رہا لیکن قدرت شاید کچھ اور امتحان لینا چاہتی ہے۔

کوئی سوچے —— کہ یہ باپ بیٹے کی گفتگو تھی یا ایمان انسانی پیکروں میں ڈھل کر بول رہا تھا۔

صحبتے با اہل حق شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ العزیز کے ان ارشادات و ملفوظات کا مجموعہ جو دنیا عصر حاضر کے ذوق و مزاج کے مطابق زندگی کی اصلاح کا پیغام، ایمان و یقین کی احسانی کیفیات پیدا کرنے کا وافر سامان اور حکایات و تمثیلات کے پیرائے میں تصوفِ اسلامی کا عصر اور علوم و معارف کا لب لباب آگیا ہے۔

ضبط و ترتیب: مولانا عبدالقیوم حقانی، صفحات ۔۔۔ قیمت ۱۲۰ روپے۔

ادارۃ العلم والتحقیق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ سرحد ۰۴۰م